اعضاء کی پیوند کاری

بعض عرب اسکالرز کی آراء

محمد اسلام عمری

جدید فقہی مسائل میں اعضاء کی پیوند کاری ایک اہم مسئلہ ہے اس کے جواز و عدمِ جواز کے بارے میں علماء کی آراء اس سے قبل بھی مجلّہ فقہِ اسلامی کے صفحات پر پیش کی جاتی رہی ہیں۔ عالم عرب کے چار اسکالرز ڈاکٹر یوسف القرضاوی، شیخ عبدالقادر عمادی، ڈاکٹر علی سالوس، اور شیخ متولی الشعراوی نے اس مسئلہ پر جن آرا کا اظہار کیا ان میں زیادہ تر رجحان جواز کا ہے۔ یہ آراء مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی (الہند) میں شائع ہوئی ہیں۔ ہم اس شمارہ میں زیرِ نظر مضمون پیش کر کے اہلِ علم و قلم کو اس مسئلہ کا از سرِ نو جائزہ لینے کی دعوت دیتے ہیں۔ (مجلس ادارت)

کیا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے کو دے دے۔ اگر جواب اس کے جواز میں ہے تو کیا یہ جواز مطلق ہے یا اس کی کچھ شرطیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیا ہیں؟ اگر عضو کا عطیہ دیا جا سکتا ہے تو کس کو؟ صرف قریبی رشتہ دار کو یا صرف مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو؟ اسی طرح جب انسانی عضو کا عطیہ جائز ہے تو کیا اس کی بیع بھی جائز ہے؟ موت کے بعد کسی عضو کا عطیہ جائز ہے یا یہ میت کی حرمت کے منافی ہے؟ کیا کسی انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنے اعضاء کے استعمال کا حق دے دے یا یہ حق اس کے صرف اقرباء کو پہونچتا ہے؟ کیا یہ اختیار حکومت کو بھی ہے کہ وہ دوسرے اشخاص کو بچانے کے لیے حادثات سے دوچار اشخاص کے بعض اعضاء کو لے لے۔ کیا مسلمان کے جسم میں کسی غیر مسلم کا عضو جوڑا جا سکتا ہے؟ کیا مسلمان کے جسم میں ایسے جانور کا عضو جوڑا جا سکتا ہے جس کا نجس ہونا واضح ہے۔ مثلاً سور وغیرہ؟ یہ ہیں وہ اہم سوالات جو اس مسئلہ کے ذیل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات بعض علماء نے یہ دئیے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کیا عضو کا عطیہ جائز ہے؟

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ مسلمان اپنے جسم کے بعض اعضا یا کسی حصہ کو اپنی زندگی میں کسی ایسے شخص کو عطیہ کر سکتا ہے جو شرعی تکلیف و مضرت میں مبتلا ہو، لیکن یہ جواز مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی ایسے عضو کا عطیہ دے جس سے خود اس کو نقصان پہونچے یا کسی کی حق تلفی ہو۔

شیخ احمد بن حجر اس بات کے قائل ہیں کہ کسی مریض کو موت کے پنجے سے نجات دلانے کے لیے میت کے جسم سے ایک یا ایک سے زائد عضو نکال کر مریض کے جسم کی پیوند کاری کی جا سکتی ہے۔ وہ اسے میت کی بے حرمتی نہیں سمجھتے کیونکہ میت کے ضرر اور اس کی بے حرمتی کے مقابلہ میں کسی مریض کو موت سے بچانا زیادہ اہم ہے۔ لیکن کسی زندہ شخص سے دوسرے زندہ شخص میں ایسے اعضاء کا منتقل کرنا جائز نہیں جن پر اس کی زندگی کا دارو مدار ہو مثلاً دل۔ قطع نظر اس کے کہ عطیہ دہندہ اس کی اجازت دے یا نہ دے۔

عضو کا عطیہ کس کو دیا جا سکتا ہے؟

اگر مسلمان عضو کا عطیہ دے سکتا ہے تو کس کو؟ صرف مسلمان کو یا ہر انسان کو دیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب ڈاکٹر یوسف قرضاوی یہ دیتے ہیں:

بدن کا عطیہ مال کے صدقہ کی طرح ہے جو مسلم اور غیر مسلم ہر ایک کو دیا جا سکتا ہے۔ البتہ حربی کو جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہو نہیں دیا جا سکتا۔ میرے نزدیک اسی طرح اس شخص کو بھی نہیں دیا جانا چاہیے جو اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا ہو اور فکری میدان میں برسرپیکار ہو۔ اسی طرح مرتد کو بھی عطیہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مرتد اسلام کی نظر میں قتل کا مستحق ہے لہٰذا اس کی زندگی کو بچانے میں کیسے تعاون کیا جا سکتا ہے؟

جب مسلم اور غیر مسلم دونوں اس حال میں ہوں کہ عضو انسانی کے دونوں محتاج ہوں تو مسلمان کو ترجیح دی جائے گی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ التوبہ: ۷۱ (مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں) یہی نہیں بلکہ ایک صالح اور متقی مسلمان، فاسق و فاجر مسلمان کے مقابلہ میں عضو انسانی

کے عطیہ کا زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ متقی وپرہیزگار شخص کو عضو دے کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی مدد کرنا ہوگا۔ برخلاف فاسق وفاجر کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی معصیت میں استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح جب مستحق عضو مسلمان رشتہ دار ہو یا پڑوسی تو دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں عطیہ کا زیادہ مستحق ہوگا اس لیے کہ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ رشتہ داروں میں بھی دور اور نزدیک کے رشتہ کا فرق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ الاحزاب:۶(اللہ کی کتاب کی رو سے بعض رشتہ دار بعض رشتہ داروں سے زیادہ حق دار ہیں) کوئی مسلمان کسی خاص آدمی کو اپنا عضو دے تو سکتا ہے لیکن کسی تنظیم کے لیے عطیہ دینا جائز نہیں مثلاً اعضاء کے بینک، جہاں ان کو سائنسی طریقوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ ضرورت کے وقت ان کو استعمال کیا جاسکے۔

اعضاء کی بیع ناجائز ہے

جب اعضاء انسانی کا عطیہ جائز ہے تو کیا اس کی بیع بھی جائز ہے؟ اس کا جواب ڈاکٹر یوسف قرضاوی یہ دیتے ہیں کہ اعضاء کے عطیہ کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی بیع بھی جائز ہے، کیونکہ بیع کی تعریف فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے " مبادلۃ مال بمال بالتراضی" یعنی طرفین کی رضامندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے بدلنا۔ انسان کا بدن مال نہیں ہے کہ اس کو خرید وفروخت کے دائرہ میں شامل کیا جائے اور اعضاء انسانی کی خرید وفروخت ہونے لگے لیکن اگر عضو سے فائدہ اٹھانے والا شخص عضو عطا کرنے والے کو کچھ مال پہلے سے طے کیے بغیر ہبہ، عطیہ یا تعاون کی شکل میں دے دے تو یہ جائز بلکہ پسندیدہ ہے اور اس کا شمار مکارم اخلاق میں ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ مقروض اپنا قرض ادا کرتے وقت قرض کی رقم سے کچھ زیادہ ہی ادا کردے جس کی پہلے سے کوئی شرط نہ رکھی ہو۔ ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے کہ جس طرح کا مال لیا تھا اس سے بہتر واپس کیا اور فرمایا: ان خیارکم احسنکم قضاءً تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اچھے طریقہ سے ادا کرنے والے ہوں۔

کیا میت کے عضو سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟

کیا مرنے کے بعد اجزاء بدن کے استعمال کی وصیت جائز ہے؟ کیا ان کا استعمال میت

کی حرمت کے خلاف ہے؟ ڈاکٹر یوسف القرضاوی فرماتے ہیں جب کسی شخص کے لیے اس کی زندگی میں اپنے کسی عضو کا عطیہ دینا جائز ہے، حالانکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے اسے نقصان پہونچ سکتا ہے (گوکہ یہ احتمال مرجوح ہے) تو مرنے کے بعد اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا فائدہ زندہ شخص کو پہونچ رہا ہے۔ میت کے اعضاء چند دنوں کے بعد خراب ہو جاتے ہیں اور مٹی ان کو کھا جاتی ہے اگر ان کے استعمال کی اجازت اس جذبہ سے دی جائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی تو امید ہے کہ انسان اپنے اس عمل اور اس نیت پر ثواب کا مستحق ہوگا۔ اس کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور مسئلہ میں اصل اعتبار اباحت کا ہونا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شرعی صحیح اور واضح دلیل ہو جس سے کہ عدم جواز لازم آتا ہو اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بعض فیصلوں میں صحابۂ کرام سے یہ کہا تھا کہ کوئی ایسی چیز جو تمہارے بھائی کو فائدہ پہونچاتی ہو اور تم کو نقصان نہ پہنچاتی ہو تو تم اس سے کیوں روکتے ہو یہی بات یہاں بھی کہی جا سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ ایسا کرنا میت کی حرمت کے منافی ہے جس کی شریعت اسلامیہ نے رعایت کی ہے۔ حدیث میں آیا ہے "کسر عظم المیت ککسر عظم الحی" (احمد) مردہ شخص کی ہڈی توڑنا زندہ شخص کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔ اس سلسلہ میں ہم کہیں گے کہ میت کے جسم کے عضو کا استعمال کرنا اس کی شرعی حرمت کے منافی نہیں ہے۔ عضو نکالنے کے باوجود اس کے جسم کی حرمت محفوظ ہوگی اس کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ زندہ شخص کے جسم کی طرح اس کے جسم کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے عضو حاصل کیا جائے گا۔ حدیث میں ہڈی توڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ میت کو مثلہ نہ کیا جائے اور اس کو مسخ نہ کیا جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جنگوں میں کیا کرتے تھے اور اب بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ اسلام اسے ناپسند کرتا ہے۔

کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اسلاف سے اس مسئلہ میں کچھ منقول نہیں ہے، اس لیے ہمیں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب یہ ضرورت ان کے زمانہ میں پیش آئی ہوتی اور وہ اس پر قادر ہوتے ہوئے بھی ایسا نہ کرتے۔ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن سے ہمارا اس وقت سابقہ ہے لیکن اسلاف سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں

ہے۔ کیوں کہ وہ ان کے زمانہ میں نہیں تھے۔ فتویٰ زمان و مکان، ظرف اور حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے اس بات کا اعتراف بڑے بڑے محققین نے کیا ہے۔ اس مسئلہ میں جو قید لگائی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ عطیہ پورے جسم کا یا بیشتر حصہ کا نہ کیا جائے اور نہ اتنے حصہ کا کیا جائے کہ اس پر میت کے احکام (غسل، تکفین، نماز جنازہ اور دفن) پر عمل ہی نہ کیا جا سکے۔ کسی ایک یا بعض اعضاء کا عطیہ پر اس کا انطباق نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ پر شیخ محمد متولی شعراوی کا خیال ہے کہ اعضاء کا عطیہ دیا جا سکتا ہے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔ اس کے حوالے سے شیخ عبدالقادر عماری فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر مصر میں جو بحث و مباحثہ جاری ہے اس پر جہاں معاصر علماء نے بحثیں کی ہیں وہاں قدیم علماء نے بھی اس کے محدود پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ علماء کرام نے جس چیز کو راجح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اعضاء کی بیع اور اس کی تجارت جائز نہیں ہے لیکن قریبی اعزہ کو عطیہ دیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں کوئی فرق نہیں کرتے، جن لوگوں نے رشتہ داروں کی قید لگائی ہے ان کے نزدیک اس کا مقصد اس کے مادّی اور مالی پہلو کو ختم کرنا تھا۔

شیخ شعراوی کا اس مسئلہ میں جو نقطۂ نظر ہے، اس پر وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں، اس لیے کہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کے جسم میں ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کے اعضاء میں خرید و فروخت یا عطیہ کے ذریعہ تصرف کرے۔ اس بارے میں صحیح موقف یہ ہے اور اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ اعضاء کا عطیہ جائز ہے۔ اگر اس طرح کرنے میں کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو کہ اس کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔

شیخ عبدالقادر عماری مزید فرماتے ہیں کہ صحافیوں نے شیخ شعراوی کے فتویٰ کا استحصال کیا، انھوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جو انھوں نے نہیں کہی تھیں، مثلاً انھوں نے کہا کہ شیخ شعراوی کا یہ خیال ہے کہ مریض کا علاج ہی نہ کیا جائے اور اسے یونہی چھوڑ دیا جائے، حالانکہ یہ نامناسب ہے، اس لیے کہ یہ بات شیخ شعراوی نے نہیں کہی تھی۔ بلکہ ہم ان کے تمام لکچروں میں یہ سنتے رہے ہیں کہ وہ انسان کو مرض کی حالت میں تدابیر اختیار کرنے کی بات کہتے ہیں۔ جب کسی مسئلہ پر دینی و فقہی نقطۂ نظر سے بحث کی جاری ہو تو بہتر یہ ہے کہ بحث و مباحثہ میں صرف اس موضوع کے ماہرین ہی حصہ لیں صحافیوں کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ان آراء کو صحیح طریقہ سے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ اسی طرح معاملہ طبّی نوعیت کا ہو تو اطباء ہی کو اظہار خیال کرنا چاہئے۔ ان ہی کی رائے

معتبر ہوگی۔ علماء کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرنے کا حق علماء ہی کو حاصل ہوگا۔

مغربی ممالک کے اخبارات میں اس طرح کی خبریں آئے دن چھپتی رہتی ہیں کہ شرپسندوں نے اعضاء انسانی کی تجارت شروع کر رکھی ہے۔ بعض حکومتوں نے اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ اعضاء کے منتقل کرنے میں لوگ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو قتل کر ڈالتے ہیں، یورپ اور امریکہ میں اس گناہ کا ارتکاب بہت زیادہ ہونے لگا ہے، افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ میں بھی انسانوں کی زندگیوں کی تجارت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک کے اہل ثروت جن کو مطلوبہ اعضاء دل، گردہ، آنکھ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کے حاصل کرنے میں وہ بے دریغ رقم صرف کرتے ہیں اور یہ تجار ان کو فراہم کرنے کے لیے بچوں کا اغوا کرتے ہیں۔ یہ تجارت اتنے بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے کہ اس وقت بعض ترقی یافتہ ممالک کے اسپتالوں میں اعضاء انسانی کے بینک قائم ہیں۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر علی سالوس فرماتے ہیں کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اعضاء جسم سے انتفاع کا حق صرف ان ہی حدود میں ہے جن حدود میں ان کی تخلیق ہوئی ہے اور آدمی اس کا بھی مالک نہیں ہے کہ جسم کے بعض اعضاء سے دست بردار ہو جائے، لہٰذا جسم انسانی اور اس کے اعضاء کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

ڈاکٹر علی سالوس مزید فرماتے ہیں، اس موضوع پر تنظیم اسلامی کانفرنس کی ذیلی فقہ اسلامی کمیٹی کے چوتھے اجلاس میں جو ۱۸ تا ۲۳ رجمادی الآخر ۱۴۰۸ھ مطابق ۶ تا ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء کو منعقد ہوئی تھی۔ بحث ہوئی تھی۔ کمیٹی نے اعضاء سے فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں بیان کی تھیں۔ (۱) زندہ شخص کا کوئی عضو نکالنا (۲) مردہ کا کوئی عضو نکالنا پہلی قسم میں اس کی مندرجہ ذیل صورتیں آتی ہیں:

(الف) ایک ہی جسم میں کسی جگہ سے ایک عضو کو لے کر دوسری جگہ اس کی پیوندکاری کرنا مثلاً جلد، ہڈیاں Cartialge اور خون وغیرہ۔

(ب) زندہ انسان کے اعضاء کو دوسرے زندہ انسان میں منتقل کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) زندگی کا دارومدار اس عضو پر ہوگا جو نکالا جا رہا ہے یا نہیں ہوگا، اگر

اسی عضو پر زندگی کا انحصار ہو تو یا تو وہ ایک ہی ہوگا جیسے دل، جگر وغیرہ یا ایک سے زائد ہوں گے مثلاً گردے اور پھیپھڑے اور ایسا عضو جس پر زندگی کا انحصار نہ ہو تو یا تو وہ جسم میں بنیادی کام انجام دیتا ہوگا یا نہیں اور یا تو اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہوگا جیسے خون یا اضافہ نہیں ہوتا ہوگا اور یا تو اس سے انساب، موروثی چیزیں اور عام شخصیت متاثر ہوتی ہوگی جیسے خصیہ، بیضہ اور اعصابی نظام کے خلیے اور یا اس سے یہ چیزیں متاثر نہیں ہوتی ہوں گی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ میت سے اعضاء کو منتقل کیا جائے، اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ موت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک دماغ کی موت جس سے دماغ کے تمام کام ہمیشہ کے لیے مکمل طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ دوسری حالت یہ ہے کہ سانس اور دل کی حرکت پورے طور پر بند ہو جائے۔ اس صورت میں طبی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

ڈاکٹر سالوس فرماتے ہیں کہ بدن کے وہ اجزا جو کہ از سر نو پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً خون کا عطیہ یا ایک ہی شخص میں جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ ان سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں کمیٹی کے ممبران میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ البتہ ان اجزا کے سلسلے میں جو از سر نو نہیں پیدا ہوتے ہیں، کمیٹی کے ممبران نے غور کیا اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ انسان ان اعضاء کا مالک نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وفات کے وقت اس کو ان اعضاء سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے جب کہ دوسرے شخص کو اس سے فائدہ پہونچایا جا سکتا ہے مثلاً دل، کسی ضرورت مند مریض میں اس کا دل منتقل کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے اور دوسری طرف اس سے اہم فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کمیٹی کے تمام ممبران نے یہ رائے ظاہر کی کہ کسی زندہ شخص کی زندگی بچانے کے لیے میت کے اعضاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جب کہ اس زندہ شخص کی زندگی سے فائدہ واضح ہو، ایسے مواقع پر شرعی اصول "الضرورات تبیح المحظورات" (ناگزیر ضروریات ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں) کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہاں ممنوع چیز زندہ کو قتل کرنا ہے اور میت کی حرمت زندہ کی حرمت کی طرح ہے۔ چونکہ یہاں شرعی مصلحت پائی جاتی ہے اس لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ تمام لوگوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ موت سے قبل اس شخص سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر اس نے اس بات کی وصیت نہ کی ہو تو اس کے ورثاء کی طرف سے اس کی اجازت ہو اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو مسلمانوں کے حاکم کی

مرضی ضروری ہے۔ کیوں کہ میت یا اس کے وارثین یا مسلمانوں کے حاکم کی اجازت کے بغیر اس کے جسم سے کوئی عضو نکالنا جائز نہیں ہے مثلاً اگر کسی اسپتال میں کسی کا انتقال ہو جائے اور اس سے اس کے جسم کے کسی عضو کے لینے کی اجازت نہ لی گئی ہو اور اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو جس سے اجازت لی جاسکے اور نہ مسلمانوں کے حاکم کی طرف سے ہی اس کی اجازت ہو تو اس کے جسم سے کسی عضو کا لینا جائز نہیں ہے۔

(یہ ترجمہ ہے ایک عربی مضمون کا جو روزنامہ العرب کے ۱۸ر فروری ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے)

فروغِ علم و عرفاں کے چالیس سال

40

ہم جناب مولانا ابو الحسن شاہ منظور ہمدانی

بانی و ناظم اعلی دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ

سید نعمت علی شاہ ہمدانی : عمید دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ

و دیگر رفقاءِ کار کو

☆☆

دار العلوم کے قیام کے ذریعہ خدمتِ علومِ اسلامیہ کے

چالیس سال مکمل ہونے پر

مبارک باد پیش کرتے ہیں

قمر الاسلام گریجوایٹس ایسوسی ایشن کراچی